انتقاد

عقلیاتِ ابن تیمیہ: منطق، علم الکلام اور فلسفہ سے متعلق علامہ کے تنقیدی مباحث کی توضیح و تنقیح۔

مصنف جناب مولانا محمد حنیف ندوی نے زیرِ نظر کتاب میں خود اُن کے الفاظ میں "(امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) کے صرف ان تصورات سے تعرض کیا ہے، جن کا تعلق منطق، علم الکلام اور فلسفہ کی طرفہ طرازیوں سے ہے۔ علامہ نے اس ضمن میں نقد و احتساب کے جو دبستاں سجائے ہیں، اور فکر تعمق کے جن جواہر ریزوں کو صفحاتِ قرطاس پر بکھیرا ہے، ہم نے ان سب کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا ہے"۔ اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ امام صاحب کی ان موضوعات کے بارے میں جو آراء ہیں، انہیں پیش کر دیا، بلکہ بقول مصنف اُن کے پیشِ نظر یہ اصول بھی رہا "اگر یہ محسوس ہوا کہ علامہ کے قائم کردہ دلائل و تصورات میں بایں عظمت و جلالت کہیں منطقی جھول یا خلل رہ گیا ہے، تو اس کی نشان دہی کر دی جائے اور بغیر کسی رو رعایت اور جنبہ داری کے بتا دیا جائے کہ ان کے موقف میں کیا پیچ یا بل رونما ہے"۔

عربی زبان میں یونانی علوم فلسفہ و منطق کے منتقل کئے جانے کے بعد مسلمان علماء و حکماء سب ارسطو کی منطق کے بڑے گردیدہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ مسلمانوں کا ہر علم اُس سے متاثر ہوا اور اُس کے اندازِ استدلال کو ہر شعبۂ علم میں معیار مانا گیا۔ امام ابن تیمیہ نے اس ارسطا طالیسی منطق کی تردید کا بیڑا اُٹھایا، اور ہر جہت سے اُس پر تنقید کی۔ اُن کے نزدیک یہ صغریٰ، کبریٰ، حدِ اوسط، برہان، تصور اور تصدیق کی بحثیں سرے سے بیکار ہیں۔ اگر کوئی شخص عقل و خرد کی سلامتی سے بہرہ مند ہے، تو اس کو استدلال و استنباط کے وضعی پیمانوں کی سرے

سے ضرورت ہی نہیں .... اور اگر خدانخواستہ اُسے غور و تعمق کی نعمتوں سے موزوں حصہ ہی نہیں ملا ہے، تو منطق کسی طرح بھی اس کے کام آنے والی نہیں "

فاضل مصنف نے اس باب میں شروع میں منطق کی نشوونما اور ارتقاء پر بحث کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ امام ابنِ تیمیہ نے ارسطا طالیسی منطق کی جو اس زور شور سے مخالفت کی، تو اس کا تاریخی پسِ منظر کیا تھا۔ پھر بڑی تفصیل سے اس بارے میں امام صاحب کے تنقیدی مباحث کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ امام صاحب کا منطق پر یہ اعتراض ہے کہ اس سے انسانی ذہن مخصوص اصطلاحات کا عادی ہو جاتا ہے اور اس سے تازگی افکار جاتی رہتی ہے۔ اُن کے نزدیک منطق کے قضیے گورکھ دھندے ہیں، جنہیں صحت استدلال کی بنیاد بنانا صحیح نہیں۔

دین میں عقل و نقل کا کیا مقام ہے؟ امام ابنِ تیمیہ نے اس پر بھی بحث فرمائی ہے۔ مولانا حنیف نے اس بارے میں امام صاحب کی آراء پیش کرنے سے پہلے ان سب فرقوں کا مختصراً ذکر کیا ہے، جنہوں نے دینی اُمور میں عقلی کاوشیں کی ہیں۔ امام صاحب دین میں عقلی استدلال سے کام لینے کے مخالف نہیں، لیکن اُن کا کہنا یہ ہے کہ وہ ایمان جو عقلیات سے حاصل ہو، اس میں جزم و یقین نہیں ہوتا۔ کیوں کہ عقلیات کا تشکیک سے مبرّا ہونا مشکل ہے۔ اس باب میں فاضل مصنف نے متکلمین کے موقف کا بڑا اچھا تجزیہ کیا ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ درحقیقت اُن کے پیشِ نظر اسلام کو مخالفین کے حملوں سے بچانا تھا۔ اور اس سلسلے میں اُنہوں نے قابلِ قدر خدمات بھی انجام دیں لیکن بدقسمتی سے ان کی عقل آرائیوں سے منقولات سے استناد کے رجحان میں ضعف پیدا ہوا، اور عقیدہ و عمل کی فعالیت سرد پڑ گئی، اب " شریعت کا مرکز نقل سمعیات ہیں اور علامہ کی رائے میں متکلمین نے عقیدہ و التفات کو اسی مرکز سے دور ہٹانے کی شعوری یا لاشعوری کوشش کی"۔ متکلمین نے عقل کو نقل پر ترجیح دی اور عقل بھی استدلالی اور نظری عقل۔ اس سے ذہنی انتشار بڑھا۔ اور ایمان جو عمل کا محرک ہوتا ہے، وہ کمزور پڑ گیا۔

فاضل مصنف نے صفات باری تعالیٰ پر مفصل بحث کی ہے، اور اس بارے میں امام صاحب کے بعض افکار سے اختلاف بھی کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں، " جہاں بنیادی اور اساسی صفات سے متعلق علّامہ کا موقف صحیح اور مفید ہے، وہاں ضمنی صفات کے بارے میں اُن کا موقف نسبتاً کمزور اور غیر منطقی ہے"۔ قرآن مجید میں اللہ کے لئے "ید" اور "یمین" کے الفاظ جو استعمال ہوئے ہیں، ان کی امام صاحب نے جس طرح تاویل کی ہے۔ مولانا

حنیف صاحب کے نزدیک اس میں تجسیم کا رجحان غالب ہے۔

علاوہ ازیں رویت باری، مسئلہ خلق قرآن، مسئلہ جبر و قدر، وحدت الوجود، اور مسئلہ نبوت و ولایت وغیرہ پر امام صاحب نے جو بحثیں فرمائیں، اور اشاعرہ، معتزلہ اور متصوفین کے خیالات کا ردّ کیا، اُن کا خلاصہ دیا ہے۔ اور اُن پر محاکمہ کیا ہے۔

امام صاحب نے ابنِ عربی کے خلاف کافی لکھا۔ فاضل مصنف کے نزدیک "علامہ کے اصل حریف ابنِ عربی اور اُن کے افکار ہیں"۔ ان افکار میں ایک اہم فکر تو وحدت الوجود اور دوسرا ولایت کو نبوت پر متقدم قرار دینا ہے۔ مولانا حنیف نے مسئلہ ولایت پر بڑی عالمانہ اور عارفانہ بحث کی ہے۔ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:۔

"سوال یہ ہے کہ صوفیا کی آخر ذہنی و فکری مجبوریاں کیا ہیں اور انہوں نے کن اسباب و وجوہ کی بنا پر ولایت کے اس تصور کی حمایت کی ہے۔ ابنِ عربی کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے سامنے دو متعین حل طلب سوال تھے۔

(۱) اگر ختمِ نبوت کا عقیدہ صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو پھر فیضانِ ربوبیت کی ہمہ گیریوں کی شکل کیا ہو گی اور ذوقِ عبودیت یا قرب و اتصال کے ان عاشقانہ داعیوں کو کس منطق سے روکا جائے گا، جن کا مدار و محور محبتِ الٰہی ہے۔ واضح تر لفظوں میں کیا ختمِ نبوت کے اس عقیدے سے ان لوگوں کی ہمت شکنی تو نہیں ہوتی جو دیانت داری سے سمجھتے ہیں کہ اس کے فیوض و تجلیاتِ گوناگوں کا سلسلہ کبھی ختم ہونے والا نہیں ......"

اس مشکل کا حل ابنِ عربی کے نزدیک یہ ہے کہ ولایت کا سلسلہ جاری مان لیا جائے یعنی "اللہ تعالیٰ کی نگاہِ کرم اب بھی اپنے بندوں کو کشف کے ذریعہ علوم و معارف سے بہرہ مند کرتی رہتی ہے .... ختمِ نبوت کے معنی اس کے نزدیک صرف یہ ہیں کہ اب اور کوئی مشرع آنے والا نہیں ..... مگر اس کے یہ معنی بھی نہیں کہ اجتہاد کی طرفہ طرازیاں باقی نہیں رہیں، ولایت کو انہی معنوں میں ابنِ عربی از راہِ تجوز نبوت عام سے تعبیر کرتا ہے کہ اس کے فرائض میں فقہ و تقنین کے پیمانوں کو دریافت کرنا یا بذریعہ کشف پا لینا بھی ہے کہ جن کی مدد سے معاشرہ کی پیچیدگیوں کو حل کیا جائے"

امام ابنِ تیمیہ کے افکار و آراء کا احصار کرنا خواہ وہ چند مخصوص موضوعات ہی کے متعلق کیوں نہ ہو، بڑا مشکل ہے، کیوں کہ امام صاحب جس مسئلے پر بھی لکھتے ہیں، اُس میں بہت طوالت سے کام لیتے ہیں اور بڑی تکرار بھی ہوتی ہے۔ اُن کے جملہ مباحث کو سمیٹنا، ان کا مفید مطلب خلاصہ ترتیب دینا، پھر ان مباحث پر محاکمہ

حنیف صاحب کے نزدیک اس میں تجسیم کا رجحان غالب ہے۔

علاوہ ازیں رویت باری، مسئلہ خلق قرآن، مسئلہ جبر و قدر، وحدت الوجود، اور مسئلہ نبوت و ولایت وغیرہ پر امام صاحب نے جو بحثیں فرمائیں، اور اشاعرہ، معتزلہ اور متصوفین کے خیالات کا ردّ کیا، اُن کا خلاصہ دیا ہے۔ اور اُن پر محاکمہ کیا ہے۔

امام صاحب نے ابنِ عربی کے خلاف کافی لکھا۔ فاضل مصنف کے نزدیک "علاّمہ کے اصل حریف ابنِ عربی اور اُن کے افکار ہیں۔" ان افکار میں ایک اہم فکر تو وحدت الوجود اور دوسرا ولایت کو نبوت پر مقدم قرار دینا ہے۔ مولانا حنیف نے مسئلہ ولایت پر بڑی عالمانہ اور عارفانہ بحث کی ہے۔ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:۔

"سوال یہ ہے کہ صوفیاء کی آخر ذہنی و فکری مجبوریاں کیا ہیں اور انہوں نے کن اسباب و وجوہ کی بناء پر ولایت کے اس تصور کی حمایت کی ہے۔ ابنِ عربی کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے سامنے دو متعین حل طلب سوال تھے۔

(۱) اگر ختمِ نبوت کا عقیدہ صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو پھر فیضانِ ربوبیت کی ہمہ گیریوں کی شکل کیا ہو گی اور ذوقِ عبودیت یا قرب و اتصال کے ان عاشقانہ داعیوں کو کس منطق سے روکا جائے گا، جن کا مدار و محور محبتِ الٰہی ہے۔ واضح تر لفظوں میں کیا ختمِ نبوت کے اس عقیدے سے ان لوگوں کی ہمت شکنی تو نہیں ہوتی جو دیانت داری سے سمجھتے ہیں کہ اس کے فیوض و تجلیاتِ گوناگوں کا سلسلہ کبھی ختم ہونے والا نہیں ...."

اس مشکل کا حل ابنِ عربی کے نزدیک یہ ہے کہ ولایت کا سلسلہ جاری مان لیا جائے یعنی "اللہ تعالیٰ کی نگاہِ کرم اب بھی اپنے بندوں کو کشف کے ذریعہ علوم و معارف سے بہرہ مند کرتی رہتی ہے .... ختمِ نبوت کے معنی اس کے نزدیک صرف یہ ہیں کہ اب اور کوئی مشرع آنے والا نہیں ...... مگر اس کے یہ معنی بھی نہیں کہ اجتہاد کی طرفہ طرازیاں باقی نہیں رہیں، ولایت کو انہی معنوں میں ابنِ عربی ازراہِ تجوز نبوت عام سے تعبیر کرتا ہے کہ اس کے فرائض میں فقہ و تقنین کے پیمانوں کو دریافت کرنا یا بذریعہ کشف پالینا بھی ہے کہ جن کی مدد سے معاشرہ کی پیچیدگیوں کو حل کیا جائے۔"

امام ابنِ تیمیہ کے افکار و آراء کا احصار کرنا خواہ وہ چند مخصوص موضوعات ہی کے متعلق کیوں نہ ہو، بڑا مشکل ہے، کیوں کہ امام صاحب جس مسئلے پر بھی لکھتے ہیں، اُس میں بہت طوالت سے کام لیتے ہیں اور بڑی تکرار بھی ہوتی ہے۔ اُن کے جملہ مباحث کو سمیٹنا، ان کا مفید مطلب خلاصہ ترتیب دینا، پھر ان مباحث پر محاکمہ

کرنا، اور ان کا تاریخی پسِ منظر فراہم کرنا، بڑی محنت، عرق ریزی اور مسلسل انہماک چاہتا ہے۔ ہم فاضل مصنف کو اس پر داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس کتاب کی تیاری میں جہاں اُن کی علمیت، ناقدانہ بصیرت، تعمق فکر اور وسعتِ ذہنی کا اظہار ہوتا ہے، وہاں اُس پر جو محنت کی گئی ہے وہ بھی کچھ کم متاثر نہیں کرتی۔ بے شک کتاب کا موضوع بڑا دقیق ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مصنف نے اُس پر اس طرح عبور پاکر قلم اُٹھایا کہ جب وہ لکھنے بیٹھے تو جملہ مطالب اُن کے روبرو موجود و حاضر تھے۔

آخر میں ہم کتاب کی زبان کے بارے میں کچھ عرض کریں گے۔ یہ ایک علمی کتاب ہے، بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں اس کتاب کا موضوع فلسفہ و حکمت ہے لیکن فاضل مصنف نے اس میں جو زبان استعمال کی ہے، اُس میں ضرورت سے زیادہ انشاء پردازی ہے جو شاید ادبی کتاب میں تو قابلِ تعریف ہو، لیکن ایک علمی کتاب اس طرح کا تکلف برداشت نہیں کرسکتی۔

کتاب مجلد ہے۔ ضخامت ۲۵۹ صفحات۔ قیمت: اخباری کاغذ ۶ روپے، سفید کاغذ ۹ روپے،
ناشر۔ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور۔

(م۔س)

طابع۔ ظہیر الدین　　　　مطبع۔ استقلال پریس لاہور
ناشر۔ ڈاکٹر فضل الرحمان۔ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی۔ راولپنڈی۔